تحقیق وتنقید

سیرت نبویؐ پر مغربی مصنفین کی انگریزی نگارشات

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

مغرب پر شخصیتوں اور تحریکوں کے دوامی اثر کی اگر کوئی جامع تاریخ مرتب کی جائے تو بغیر کسی شبہ واختلاف کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سر فہرست نظر آئیں گے ساتویں صدی عیسوی میں اسلام کے آغاز اور عرب دنیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال وانقلاب آفریں کامیابی سے مغرب ان دونوں ناموں سے آشنا ہوا اگرچہ یہ شناسائی دور کی تھی[1] ابھی اس تعارف وشناسائی نے استحکام نہ پایا تھا کہ اسلامی

---

[1] حیات نبوی میں مغربی دنیا سے اسلام اور پیغمبر اسلام کا تعارف اس وقت ہوا جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک سفیر ومبلغ مشرقی رومی سلطنت کے حکمران وقت ہرقل (HERACLIUS) کے پاس بھیجا تھا۔ ہرقل (عہد حکومت ۶۱۰ء تا ۶۴۱ء) نے مذہبی اطاعت کی بجائے سیاسی دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اس واقعہ کے متصلاً بعد ہی مکہ کے ایک سردار ابوسفیان بن حرب سے ہرقل کی ملاقات ہوئی تھی جس میں دشمن کی زبان سے ان دونوں کا تعارف ہوا تھا۔ ہرقل کی سلطنت ایشیا اور یورپ کے علاوہ افریقہ کے خاصے وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرۃ النبوۃ، سوم ص۶۰۷؛ بخاری، صحیح، باب بدء الوحی کتاب الجہاد، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الاسلام والنبوۃ؛ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، مصر جلد اول ص۳۱ ایڈورڈ گبن THE DECLINE & FALL OF THE ROMAN EMPIRE / لندن ۱۹۲۵ء، ص۳۱۶

فتوحات کا سیل بیکراں مغربی اقتدار کے مشرقی علاقوں کو روندتا ہوا مغربی یورپ کے کئی حصوں پر چھا گیا اسلامی عروج وتوسیع کی ان ابتدائی دو صدیوں میں بقول باسورتھ اسمتھ "عیسائی دنیا نہ تو اسلام کو سمجھ سکی اور نہ اس پر تنقید کر سکی، بس تھراتی اور حکم بجالاتی رہی"۔[1] لیکن آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں جب مسلمان فاتحوں کے بڑھتے ہوئے قدم فرانس کے وسط میں روکے گئے تو مغربی اقوام نے پلٹ کر فاتحین، ان کے مذاہب اور ان کے رسول پر غائر نظر ڈالی۔ اس کے دو متضاد مگر دلچسپ ردعمل ہوئے۔ ایک مثبت ردعمل تھا۔ یہ ان لوگوں کا ردعمل تھا جو اسلامی فتوحات کے ریلے میں پیدا ہونے والی فکری وعملی تلخیوں، سیاسی مایوسیوں اور قومی ذلتوں کے باوجود اسلامی تعلیمات سے صحیح طور سے واقف ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس کا واحد ردعمل قبول اسلام کی شکل میں ہو سکتا تھا اور حقیقت میں یہی ہوا بھی۔ افسوس کہ اس ردعمل کا تحریری ثبوت ہم تک نہیں پہونچ سکا لیکن یورپی اقوام اور مغربی دنیا میں اسلام کی اشاعت اسی ردعمل کے سبب ہوئی تھی۔

دوسرا ردعمل منفی تھا۔ اور ان لوگوں کا تھا جنھوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام سے پوری طرح واقف ہونے اور ان کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ انھوں نے جو کچھ دیکھا وہ اپنے مذہب کی آنکھ سے اسلام سے سیاسی آویزش کی روشنی میں قومی تعصب کی عینک سے دیکھا اور ان کو حقیقت میں اپنی ہی تصویر نظر آئی۔

آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عجیب وغریب خیالات پیدا ہوئے جنھوں نے قرون وسطیٰ کے یورپ کے قصوں، رزمیہ کہانیوں اور گیتوں وغیرہ پر مشتمل ادب میں راہ پائی۔ دسویں اور گیارہویں صدی عیسوی میں یہ خیالات پختہ ہوئے۔ ان صدیوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یورپ نے ایک بت، ایک صنم اور ایک خدا میں تبدیل کر دیا۔ یہ ایک طلائی بت تھا جس کی صرف پرستش ہی نہیں کی جاتی تھی بلکہ اس پر انسانی جانوں کی بھینٹ بھی چڑھائی جاتی تھی۔[2] عیسائی مصنفین کے نزدیک پورا

---

[1] محمد اینڈ محمڈن ازم، لندن ۱۸۷۶ء، ص۵۶ [2] باسورتھ اسمتھ، مذکورہ بالا، ص۵۷-۵۸۔ عیسائی مصنفین کا یہ خودساختہ بت مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا تھا جن میں سے چند بافوم، مافومیٹ یا مومیٹ (Bafum, Maphomet, Moumet) تھے۔

عالم اسلام اس نئی بت پرستی میں مبتلا تھا۔ ایک یورپی مصنف رینان[1] نے اپنی تاریخ مذاہب عالم میں اس عہد کے کئی مصنفوں اور شاعروں کا حوالہ دیا ہے۔ چنانچہ ٹرین کے رومان (ROMANCE) اور فرانس کے قومی رزمیہ SONG OF ROLAND میں محمدؐ بت شکن و موحد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیوتا کے روپ میں دکھایا گیا ہے[2]۔ فرانس کے ایک انیسویں صدی عیسوی کے مصنف ہنری دی کاستری (HENRI DE CASTERI) کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منجملہ تین خداؤں میں سے ایک تھے[3]۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ آغاز اسلام سے اس جدید عہد تک پیغمبر اسلام کے بارے میں جو یورپی تصورات و خیالات پیدا ہوئے ان پر ناواقفیت اور تعصب کی ملمع کاری کے علاوہ عیسائی نظریہ تثلیث اور دوسرے دینی عقائد کی گہری چھاپ تھی۔

بارہویں صدی عیسوی میں مومٹ دیوتا (GOD MAWMET) کو بانی بدعات محومیٹ (HERESIARCH MAHOMET) میں تبدیل کردیا گیا اور اسی حیثیت سے اس کو دانتے (DANTE) کے ڈرامے کے ایک INFERNO میں نمایاں کیا گیا[4]۔ تیرہویں صدی عیسوی میں یہی صورت حال قائم رہی اور پھر بافومیٹ (BAPHOMET) کے رومانوں میں جو چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں مقبول عوام و خواص تھے ہر امکانی جرم و گناہ، اخلاقی برائی و پستی اور مذہبی اور سماجی مذلت کا پیکر اس بانی بدعات کو قرار دے دیا گیا[5]۔ یورپ میں اصلاحی تحریک (REFORMATION) کے علمبرداروں کے ہاتھوں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصاف نہ ہوا اور اس دنیا کے سب سے بڑے مصلح کو دینی تعصب اور جہالت کی بنا پر بدترین رنگوں میں پیش کیا گیا۔ لوتھر (۱۵۴۶-۱۴۸۳ء) کے خیال میں پوپ لیو دہم (LEO X) جس نے اپنا خزانہ بھرنے کے لیے "مغفرت نامے"

---

[1] ETUDES D' HISTOIRE RELIGIEUSE صہ۲۲۲ [2] بحوالہ باسورتھ اسمتھ، صہ۵۸-۵۷
[3] بحوالہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، اول، طبع سوم، اعظم گڑھ، صہ۸۱ ان تین خداؤں کے نام تھے: اول ماہوم یا ماہون، یا فومیڈ (یعنی محامیڈ)، دوسرے اپلین اور تیسرے ٹرماگان۔ [4] رینان مذکورہ بالا صہ۲۲۲ بحوالہ باسورتھ اسمتھ صہ۵۹ [5] ایضاً

جاری کیے تھے زیادہ بہتر شخص اور مذہبی رہنما تھا[۱] دوسرے مصلحین مغرب لوتھر سے زیادہ انصاف پسند اور واقف حقیقت ثابت نہ ہوئے بلکہ انھوں نے زیادہ ناواقفیت اور تعصب کا ثبوت دیا۔ یورپ کی اصلاحی تحریک اور روشن خیالی کے دور میں بھی اس علمی مسئلہ پر تعصب اور جہالت کی تاریکی چھائی رہی۔ اور تمام احمقانہ وفاسقانہ خیالات کے علاوہ اس دور نور کے مغربی مصنفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حضرات موسیٰؑ اور عیسیٰؑ علیہما السلام کے مصدق تھے عیسیٰ دشمن (ANTI CHRIST) بنا کر پیش کیا اور اپنے محبوب پیغمبر "آسمانی باپ کے عظیم فرزند" کے دفاع میں اپنے اس خود ساختہ مخالف وحریف کو "پیکر گناہ" "بانی بدعات" اور "گمراہ کن رہنما" اور خدا معلوم نہ جانے اور کیا کیا روپ دئے اور نام دھرے۔ اسی رنگ وآہنگ میں سیرت نبوی میں یورپ کی تمام متمدن اور علمی زبانوں میں کتابیں، رسالے اور مضامین لکھے جاتے رہے۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک بہ استثنائے واحد (حیرت انگیز حقیقت ہے کہ یہ مستثنیٰ مصنف ایک یہودی میمونیڈ (MAIMONIDES) تھا۔ ہر مغربی مصنف نے اپنے زعم مذہبی اور خیال خام میں نبی کاذب (FALSE PROPHET) اور خادع وعیار (IMPOSTER) ہی گردانا۔ انگریزی زبان میں اس زمانے میں سیرت نبوی پر نگارشات کا انداز کچھ جدا نہ تھا۔

سولہویں اور سترہویں صدی میں سیرت پر نگارشات مغرب کے لہجے میں خوشگوار تبدیلی اس وقت پیدا ہوئی جبکہ تمسخر اور استہزا کی جگہ سنجیدگی کا رنگ پیدا ہونا شروع ہوا۔ اگرچہ اس کا عام انداز یورپ کے متعصبانہ فکر و نظر کا عکس ہی رہا تھا۔ سترہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں سر والٹر رالے (SIR WALTER RALEIGH) کی تصنیف

---

[۱] باسورتھ اسمتھ ص۹۶-۵۹۔ پوپ لیوہم ان کو مغفرت نامے دیتا تھا جو اس کو روپیہ دیتے تھے۔ ان مغفرت ناموں میں خوش نصیب عیسائیوں کو جنت کی ضمانت دی جاتی تھی۔ ملاحظہ ہو محمد ذکی، مغربی تہذیب: آغاز وانجام، علی گڑھ ۱۹۷۱ء، ص۲۱۷

جو LIFE AND DEATH OF MAHOMET کے عنوان سے لندن میں ۱۶۳۷ء میں شائع ہوئی غالباً اس عہد کی سب سے مشہور کتاب سیرت ہے جو سنجیدہ و متین لہجہ میں علمی انداز سے لکھی گئی۔ مگر اس صدی کی عیسائی دنیا کی نمائندہ تصانیف لینس لوٹ ایڈیسن (LANCELOT ADDISON) کی کتاب THE FIRST STATE OF MAHUMEDISM or AN ACCOUNT OF THE AUTHOR AND DOCTRINES OF THAT IMPOSTER (لندن ۱۶۷۹ء) اور اس سے زیادہ ہمفرے پریڈی (HUMPHREY PRIDEAUX) کی LIFE OF MAHOMET (لندن ۱۶۹۷ء) ہیں اول الذکر کتاب ۲۴ ابواب پر مشتمل ۱۳۶ صفحات کی چھوٹی تقطیع کی مختصر سی کتاب ہے۔ از اول تا آخر یعنی سرورق سے تلئے تمت تک مصنف نے اپنے IMPOSTER کے نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے ثبوت میں سیرت النبی کے حقیقی اور غیر حقیقی واقعات و روایات سے دلائل فراہم کیے ہیں۔ یہ انتہائی غیر علمی اور غیر مہذب کتاب ہے۔ البتہ ہمفری پریڈی کی سیرت زیادہ مہذب اور نسبتاً سنجیدہ طرز میں لکھی گئی ہے۔ مصنف نے قارئین کے نام دیباچہ میں "اپنی تصنیف کا مقصد دینِ مسیح کی سربلندی اور آنحضرت کے دعوائے نبوت کی تردید اور آپ کو بدلائل IMPOSTER ثابت کرنا قرار دیا ہے"۔[۱] عام تاریخی و سوانحی حقائق کی بے شمار غلطیوں کے علاوہ مصنف اپنا اصل نظریہ بحیرا راہب کی کہانی سے شروع کرتا ہے جس سے بقول مصنف آنحضرت نے سن رشد میں ملاقات کر کے مذہبی تجربات و حقائق سے واقفیت حاصل کی تھی مصنف کا نظریۂ باطل اور خیالِ خام یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد دولت نے ابھارا کہ مکہ یا عرب دنیا کی حکومت

---

[۱] مقدمہ ص XIV-III [۲] چند مثالیں حاضر ہیں: نبی کریم ؐ کے شجرہ نسب میں کئی نام غلط تلفظ کے ساتھ دیے گئے ہیں ص ۲۔ آپ کے والد ماجد کی وفات کی تاریخ ولادت نبوی کے دو سال بعد بتائی گئی ہے ص ۶۔ ملاقات بحیرہ حضرت خدیجہ کا سامان تجارت لے جانے کے سفر کے دوران کا واقعہ بیان کیا گیا ہے ص ۸، معراج کی رات آپ کو حضرت عائشہ کے بستر پر دکھایا گیا ہے ص ۲۱۔

اور اقتدارِ اعلیٰ حاصل کیا جائے۔ لیکن چونکہ مکہ والوں کی نظر میں کردار اچھا نہ تھا اس لئے ان کے ذہن سے برا تاثر دور کرنے کے لیے ۳۸ سال سے ۴۰ سال تک غار حرا میں تقشف کی زندگی گزار کر نبوت کا دعوی پیش کیا۔[1] بزعم خود یہ دعوی دراصل ایک درپردہ سازش کا نتیجہ تھا جو خدیجہ اور ورقہ بن نوفل وغیرہ سے مل کر بنائی گئی تھی۔[2] پھر لوگوں کو وعدوں اور وعیدوں کی بنیاد پر مسلمان بنایا گیا۔[3] قرآن مجید کی تدوین میں بحیرا راہب عیسائی، عبدیا یہودی اور عبداللہ بن سلام یہودی وغیرہ سے مدد لی گئی[4] اور اس کے تین ایڈیشن نکالے گئے۔ ایک رسول کے زمانے میں، دوسرا عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے قرآن کی نقل میں اور تیسرا عہد عثمانی میں۔ اور ان تینوں کے مصنف الگ الگ تھے۔[5] وحی کی حقیقت کو دورہ (FIT) اور TRANCE سے تعبیر کیا گیا۔[6] غزوات کا مقصد لوٹ مار، دولت کا حصول، انتقام اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا گیا۔[7] اور آخر میں ازواج مطہرات کے حوالے سے سیرت و کردار پر تنقید کی گئی ہے۔[8] کتاب کے مشمولات کا نسبتاً تفصیلی ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس عہد کے عیسائی اور یہودی مصنفین مغرب کے ذہنی رجحانات، انداز علمی، تاریخی دیانتداری اور خدمت علم و دین کے معیار کا اندازہ ہو جائے۔ ساتھ ہی بعد میں آنے والے مغربی سیرت نگاروں کے علمی و ذہنی رجحانات کو سمجھا جا سکے اور ان پر ان کے پیشروؤں کے خیالات کے اثرات کا پتہ لگایا جا سکے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے بیشتر مغربی مصنفین مثلاً ایبے مرکی (ABBE MARACCI) اور والٹیر (VOLTAIRE) وغیرہ نے اپنے مخصوص و معلوم نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے سیرت نبوی پر خامہ فرسائی کی۔ موخر الذکر نے ۱۷۴۲ء میں اپنے مشہور المیہ MAHOMET میں سیرت کا جو خاکہ پیش کیا وہ مغرب میں سکہ رواں بن گیا۔ اس

---

[1] ص ۱-۹ [2] ص ۱۲ [3] ص ۲۵-۲۱ [4] ص ۳۹-۳۲
[5] ص ۱۹-۱۴ [6] ص ۱۵-۱۴ [7] ص ۹۸-۹۹ [8] ص ۱۱۹-۱۰۰

فرقہ وارانہ تعصب کا پہلا علمی ردعمل اس وقت رونما ہوا جب ۱۷۲۳ء میں گیگ نیر (GAGNIER) نے آکسفورڈ سے چودھویں صدی عیسوی کے مسلمان مورخ ابوالفداء (متوفی ۷۲۲ھ / ۱۳۲۲ء) کی سیرت نبوی کی بنیاد پر ایک علمی سیرت کا مقدمہ ترتیب دیا۔ اس وقت تک ابوالفداء کی مختصر کتاب سیرت ہی سیرت نبوی کا معلوم قدیم ترین اور سب سے صحیح ماخذ سمجھی جاتی تھی۔ مارگولیتھ کا یہ تبصرہ دل چسپ ہے کہ اتنے متاخر ماخذ سے انیسویں صدی کے مصنفین مطمئن نہیں تھے اور اس لیے وہ سیرت نبوی کے اور زیادہ قدیم ماخذ کی تلاش و جستجو میں تھے جس کے خوشگوار علمی نتیجے میں ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی، ابن سعد، بلاذری اور طبری وغیرہ جیسے ابتدائی اور قدیم ماخذ روشنی میں آئے۔ بہر حال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ گیگ نیر نے انگریزی زبان میں علمی انداز میں سیرت نبوی پر نگارش کی بنا ڈالی۔

اٹھارویں صدی عیسوی کے ربع اول میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں کئی اور انگریزی اور دوسرے مغربی مصنفین نے قلم اٹھایا۔ ان میں سرفہرست نام ڈی بولین ولیرز (DE BOULAIN VILLIERS) کا ہے جس نے اپنی کتاب LIFE OF MOHAMMAD میں عیسائیت پر اسلام کی برتری ثابت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دور اندیش و روشن خیال قانون ساز کی حیثیت سے پیش کیا جنھوں نے یہودیت اور عیسائیت کے پر پیچ اور عقل شکن رسوم و روایات کے مقابلے میں ایک سمجھ میں آنے والا مذہب پیش کیا۔ یہی رویہ سیوری (SAVARY) کے ترجمۂ قرآن میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ مترجم آپ کو رسول ربانی نہیں مانتا تاہم اس کا معترف ہے کہ آپ دنیا کے عظیم ترین انسانوں میں سے تھے۔ سیوری کا ترجمۂ قرآن ۱۷۵۲ء میں شائع ہوا تھا۔

سیرت نبوی پر انگریزی زبان میں مواد صرف آزاد مقالات، مضامین اور کتابوں میں ہی نہیں ملتا بلکہ پیغمبر، قرآن اور اسلام کے مطالعات میں دستیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۱۴۳ء میں قرآن کریم کے پہلے انگریزی ترجمہ سے جو رابرٹس ٹنیسس

(ROBERTUS RETENESIS) نے کیا تھا اس صدی کی چھٹی دہائی میں رچرڈ بیل (RICHARD BELL) اور جے آربری (J. ARBERRY) وغیرہ کے تراجم قرآن تک سیرت نبوی پر ایک تعارفی باب ضرور ہوتا ہے۔ ۱۶۴۹ء میں ایک فرانسیسی مترجم انڈرے دی رائر (ANDRE DU RYER) کے فرانسیسی ترجمہ کا انگریزی ترجمہ جو الیگزینڈر راس (ALEXANDER ROSS) نے کیا تھا سیرت کا مواد رکھتا ہے۔ ۱۶۹۴ء میں پہلی بار یورپ میں قرآن کریم کا عربی متن ابراہام ہنکلمن (ABRAHAM HINCKELMANN) نے شائع کیا اور اسی کی بنیاد پر اپنے وقت کے ایک مشہور وکیل جارج سیل (George Sale) نے ۱۷۳۴ء میں اپنا مشہور و مقبول عام و خاص ترجمہ قرآن پیش کیا جو صدیوں تک مستند، معتبر، بلکہ سند اعلیٰ مانا گیا۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک سیل کے ترجمہ پر کم از کم انگریزی زبان میں اضافہ یا ترمیم نہیں کی جا سکی۔ بہر حال سیل نے انگریزی روایت و روش کے مطابق اپنی افتتاحی بحث (INTRODUCTOR DISCOURSE) میں سیرت نبوی کا خاکہ پیش کیا جس میں سیل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو NUMA اور THESEUS جیسے عظیم قانون سازوں اور مصلحوں کے ہم پلہ قرار دیا۔ اگرچہ ان میں سے بیشتر تراجم قرآنی کا اولین مقصد دین مسیح کی برتری و سربلندی اور دین اسلام کی کمتری ثابت کرنا تھا۔ تاہم سیل کے ترجمۂ قرآن نے ایڈورڈ گبن کو اپنی مشہور زمانہ اور معرکۃ الآرا کتاب "زوال و سقوط روما" (DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) کے لیے جو لندن سے ۱۸۹۶ء اور سن ۱۹۰۰ء کے درمیان شائع ہوئی سیرت نبوی کا مواد فراہم کیا کیونکہ گبن عربی کے عالم نہ تھے۔

کتاب گبن کا یہ پچاسواں باب ہے جو اسلام کی آمد کے عنوان سے شروع ہوتا ہے اور ملک عرب کے حالات، عربوں کے کردار و مذہب کے تمہیدی حصوں کے

بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج، اصول اسلام ہجرت، کافروں سے جنگ، وفات، کردار اور نجی زندگی اور آنحضرت کے اثرات کے جائزے سے بحث کرتا ہے۔ گبن کے دلکش، رواں دواں اور حسین اسلوب وطرز ادا کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے تاہم اس کا اعتراف کرنا علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ گبن نے بہت ہی مختصر، جامع اور نسبتاً معروضی اور فلسفیانہ انداز میں حیات نبوی کا جائزہ پیش کیا ہے۔ گبن کے مطالعۂ سیرت کا ایک نمایاں وصف تقابلی مطالعہ ہے قدم قدم پر سیرت نبوی کے درخشاں پہلوؤں کا عیسائی اور یہودی مذاہب اور ان کے پیغمبران کرام سے موازنہ کیا گیا ہے اور اکثر و بیشتر معاملات میں پلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جھکا ہوا نظر آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج کی کہانی کا آغاز عیسائیوں کے اس الزام کی تردید سے شروع ہوتا ہے کہ آپ کا حسب نسب معمولی تھا جد امجد، والد ماجد اور خاندان کی مختصر اور مناسب تعریف کے بعد ابتدائی واقعات کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی کو ایک خوبصورت مرحلہ قرار دیا گیا ہے اور شمائل نبوی پر خاص گبن انداز میں تبصرہ ہے۔ اسلام کے آغاز کیلئے یہودی علماء یا عیسائی راہبوں کی تعلیمات کو بطور بنیاد نہیں مانا ہے اگرچہ گبن نے کلمہ طیبہ کے جزو اول کو ازلی و ابدی حقیقت تسلیم کیا ہے مگر دوسرے جزو کو لازمی ایجاد (NECESSARY FICTION) سمجھا ہے۔ گبن کو جس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ اسلام کا نظریۂ توحید ہے اور اس سلسلہ میں اس نے یہودی اور عیسائی نظریۂ یا عقیدہ خدا پر سخت تنقید کی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کے بارے میں گبن کا نقطۂ نظر عالمانہ ہی نہیں دیانتدارانہ بھی ہے۔ اگرچہ کہیں کہیں مخصوص گبن انداز کا ناقدانہ رنگ اور تمسخرانہ لہجہ بھی جھلک جاتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی گبن کا مطالعۂ سیرت اس وقت تک کے انگریزی ادب میں بلکہ آج بھی اپنے لہجہ و زبان کی چاشنی اور معروضی و علمی قدر و قیمت کی بنا پر منفرد مقام رکھتا ہے۔

لیکن انگریزوں یا انگریزی دانوں میں گبن کا مطالعۂ سیرت اتنا مقبول نہ ہوا جتنا کارلائل کا خطبۂ سیرت جو اس نے ۸ر مارچ ۱۸۴۰ء کو لندن میں دیا تھا(۱) باسورتھ اسمتھ کا یہ خیال صحیح ہے کہ نہ جانے کتنے لوگ انگشت بدنداں رہ گئے ہوں گے جب کارلائل نے حضرت موسیٰ، حضرت الیاس وغیرہ کو اسرائیلی پیغمبران کرام کی بجائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب اپنے ایک ہیرو کے طور پر کیا جن کو اب تک یورپ میں (IMPOSTER) ہی سمجھا جاتا تھا(۲) اس پر طرفہ ستم یہ کہ کارلائل نے اپنے ہیرو کو "ممتاز ترین رسول"، نہ سہی تاہم "رسول صادق و امین" مان لیا تھا(۳)۔ نظریۂ (IMPOSTER) کی زبردست تردید کی اور آپ کے خلوص نیت، خلوص کار اور خلوص مقصد کی پرزور حمایت و وکالت کی(۴)۔ ولادت نبوی کے وقت عربوں کی سماجی حالت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی پر گفتگو کرنے کے بعد کارلائل نے نسطوری راہب سرجیس (SERGIUS) کے اسلام پر غیر اسلامی اثرات کے نظریہ کی تردید میں یہ دلیل دی کہ آپ کو سریانی زبان نہیں آتی تھی اور اتنی کچی عمر میں اتنی پکی باتیں سیکھ لینا اور پھر ان کا تیس سال بعد اظہار و تعبیر کرنا بعید از قیاس ہے(۵)۔ جبکہ ان تیس برسوں میں آپ کی صداقت و امانت کی شہادت ارض بطحا کا ذرہ ذرہ دے چکا تھا حضرت خدیجہ سے آپ کی شادی کو نظریہ خادع کا کاٹ کرنے والی دلیل قرار دیا ہے پھر وہ سیاسی اقتدار کے نظریہ (THEORY OF AMBITION) کی تردید میں براہین قاطع دیتا ہے۔ کارلائل کو اسلام کا اصول فنائے نفس بہت پسند آیا تھا اور اگرچہ وہ اس سلسلہ میں اپنے مذہب کی برتری کا قائل ہے تاہم اسلام اور دین مسیحی کو روحانی لحاظ سے ایک دوسرے کا مصدق و موئد سمجھتا ہے۔ گبن کے برعکس وہ کلمۂ طیبہ کے

---

(۱) کارلائل (Carlyle) کا یہ مطالعۂ سیرت اس کے مجموعۂ خطبات Hero and Hero Worship مطبوعہ لندن ۱۸۴۱ء "محمد اور محمڈن ازم" کے عنوان سے موجود ہے (۲) باسورتھ اسمتھ، ص ۹۳ (۳) ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ، صفحہ ۱۸۰ (۴) ایضاً ص ۱۸۲-۸۳ (۵) ایضاً ص ۱۸۷-۸۸

دوسرے جزو کو بھی اس شعلۂ نور کا حصہ و شرارہ سمجھتا ہے جس نے ذات نبوی کو حرارت الٰہی سے بھر دیا تھا اور جس کا لازمی تقاضا تھا کہ اسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ بنی نوع انسان کو ظلمتوں سے نجات مل سکے۔ حیات نبوی کے مکی واقعات پر تبصرہ کے بعد وہ مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلح جدوجہد کو حالات و واقعات کا منطقی نتیجہ گردانتا ہے مگر انتقامی کارروائی یا دولت و اقتدار کے حصول کا ذریعہ یا تبلیغ اسلام کا غیر مہذب حربہ نہیں سمجھتا۔ قرآن کریم کو وہ اگرچہ اس طرح وحی الٰہی نہیں تسلیم کرتا جس طرح کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے تاہم وہ اس کے کلام ربانی ہونے اور خلوص و صداقت کا قائل ہے۔ معجزات کی سچائی کا اقرار کرتے ہوئے وہ کردار نبوی پر عیسائی الزامات کی تردید کرتا ہے اور آپ کی اعلیٰ اور کریم النفس ذات کی درخشاں خوبیوں کا برملا اقرار و اعتراف کرتا ہے۔ اگرچہ وہ اسلام کو عیسائیت کا ایک پرتو سمجھتا ہے لیکن اس کا خیال ہے کہ "وہ عظیم انسان ہمیشہ ایک صاعقۂ آسمانی بنا رہا اور تمام دنیا ایندھن کی مانند اس کی منتظر رہی کہ وہ اسی کے شعلۂ نور سے جل کر کندن بن جائے"

دراصل کارلائل اور گبن کا زمانہ ـ انیسویں صدی عیسوی ـ سیرت نبوی اور اسلام کے مطالعہ کا زمانہ تھا جب مختلف مکاتیب فکر کے مصنفین و مقررین سرگرم عمل تھے۔ کتابوں، مقالوں اور مضامین کے علاوہ آئے دن سیرت اور اسلام پر خطبات و تقاریر مختلف ادبی و علمی مراکز میں منعقد ہوتی رہتی تھیں۔ یہ خطبات سیرت یا تو آپ کے دفاع میں ہوتے تھے یا آپ کی مخالفت و تردید میں یہ خطبات محمد اور اسلام (MUHAMMAD AND MUHAMMADANISM) کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہوتے رہے جس کا سلسلہ بیسویں صدی عیسوی تک چلتا رہا اور آج بھی کسی نہ کسی شکل میں یہ سلسلہ جاری ہے اور غالباً مدتوں تک جاری رہے گا۔ انیسویں صدی عیسوی میں بیمپٹن خطبات (BAMPTON LECTURES)[1] اور بعض عربی داں علماء

(۱) مثال کے طور پر ڈاکٹر وائٹ (DR. WHITE) نے جو آکسفورڈ کے ایک پادری تھے اسلام اور پیغمبر اسلام پر انیسوی صدی کے آغاز میں (۱۸۰۰ء میں) بعض خطبات دئے تھے۔

مغرب کے اس موضوع پر خطبات ہوئے جن کا مقصد ایک تھا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زہر افشانی یا آپ کی حمایت و مدح سرائی۔ اس سلسلے کی ایک اہم کڑی باسورتھ اسمتھ کے چار خطبات سیرت ہیں جو "محمد اور محمڈن ازم" کے نام سے رائل انسٹی ٹیوشن آف گریٹ برٹین (ROYAL INSTITUTION OF GREAT BRITAIN) کے زیر انتظام لندن میں فروری تا مارچ ۱۸۷۴ء کو دیے گئے تھے۔ ان میں پہلا تمہیدی خطبہ تھا، دوسرا سیرت نبوی پر تیسرا اسلام کی حقیقت و ماہیت پر اور چوتھا اسلام اور عیسائیت کا تقابلی مطالعہ۔ ہماری دلچسپی کا موضوع دوسرا خطبہ ہے جس میں پہلے مغرب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری کے مختلف ادوار کا ایک عمدہ تنقیدی اور تجزیاتی مطالعہ ہے جو بہت دقیع ہے۔ پھر سیرت نبوی کے مختلف اہم پہلوؤں پر بڑے عالمانہ انداز سے بحث کی گئی ہے۔ بعثت نبوی کے وقت مختلف مذاہب عالم۔ دین ابراہیمی، یہودیت، صابیت اور عیسائیت۔ کے عرب پر اثرات، مکہ کا سماجی پس منظر، اسلام کا ارتقا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتدائی مکی عہد، آغاز نزول وحی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مغربی دنیا کے الزامات اور ان کا علمی جواب دیا گیا ہے۔ سیرت و کردار نبوی میں ایک مسلسل ہم آہنگی اور یکسانیت دکھائی گئی ہے اور اس الزام کی تردید کی گئی ہے کہ ہجرت کے بعد آپ کے اخلاق و کردار میں کسی قسم کا زوال رونما ہوا تھا۔ غالباً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کارلائل نے ربع صدی پہلے جو کچھ کہا تھا اس کو ایک زیادہ اچھے اور عمدہ اسلوب میں باسورتھ اسمتھ نے پیش کیا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ کارلائل کا انداز خطیبانہ ہے، باسورتھ اسمتھ کا نسبتاً عالمانہ اور ناقدانہ۔

سلسلۂ خطبات میں اسلام اور پیغمبر اسلام کا دیگر عالمی مذاہب اور ان کے بانیوں اور پیغمبروں سے تقابلی مطالعہ ایک اہم ترین نکتہ رہا ہے۔ ۱۸۷۸ء میں مارکس ڈاڈس (MARCUS DODS) کے چار خطبات "محمد، بدھ اور عیسیٰ" کے عنوان سے لندن میں دیے گئے۔ پہلے دو خطبے اسلام اور پیغمبر اسلام پر ہیں، تیسرا بدھ مت پر اور چوتھا عیسائیت پر جو مقرر کے خیال میں دین کامل ہے۔ عنادین سے ہی ان کا مقصد

واضح ہے۔ اسلام اور اصول اسلام پر بڑے جارحانہ انداز میں تنقید کی گئی ہے اور سیرت نبوی کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ کارلائل کے دفاع سیرت اور دلائل کو ناقابلِ یقین ٹھہرا کران کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ غرض کہ یہ خطبات دل کے پھپھولے پھوڑنے اور زخموں کی جلن مٹانے کیلئے دئے اور شائع کئے گئے ہیں۔ اسی صدی میں ۱۸۹۲ء میں لندن سے دی ورلڈ ریلجن سیریز (THE WORLD RELIGION SERIES) کی ایک کڑی جی ٹی بٹانی (G.T. BETTANY) کی محمڈن ازم تھی جس کے دو باب — سوم وچہارم — سیرت نبوی پر اور باب پنجم قرآن کریم پر اور بقیہ دو باب جدید اسلام پر ہیں۔ سیرت نبوی کو دو روایتی حصوں — مکی اور مدنی — میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مکی زندگی میں عیسائی اور یہودی اثرات دکھائے گئے ہیں۔ اور بعثت نبوی کو زائیدہ وخود ساختہ خیالات وتصورات کا عملی نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ مدنی زندگی کو عام عیسائی اور مغربی علماء سیرت کے انداز میں مکی زندگی سے متضاد قرار دیا گیا ہے اور تمام خرابیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر آپ پر تھوپ دی گئی ہیں۔ یہ بھی عام مغربی سیرت نگاری کی ایک نمائندہ مثال ہے۔

اسی ضمن میں مشہور ناول ومضمون نگار واشنگٹن ارونگ WASHINGTON IRVING) کی کتاب (MAHOMET AND HIS SUCCESSORS (نیویارک ۱۸۵۰ء)، جے پی ہیوز (J.P. HUGHES) کے NOTES ON MUHAMMEDANISM (لندن ۱۸۷۷ء) اور ایس ڈبلو کوئل (S.W.KOELLE) کے "محمد اور محمڈن ازم" پر خطبات (۱۸۷۴ء) کا بھی ذکر مناسب ہوگا۔ یہ تینوں کتابیں اور مقالات وخطبات عیسائیت کی مدافعت میں دئے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ ان کا لہجہ اور انداز جارحانہ اور مناظرانہ ہے۔ واشنگٹن ارونگ کی کتاب کا پہلا حصہ سیرت نبوی سے متعلق ہے جو ۳۹ ابواب پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ خلافت اسلامی کے مختلف ادوار کی تاریخ ہے۔ سیرت نبوی کے باب میں بتایا گیا ہے کہ بحیرا راہب وغیرہ کے ذریعہ عیسائی اثرات داخل ہوئے، قرآن کریم کی ترتیب وتدوین کو بعد کا واقعہ قرار دیا گیا ہے اور وحی کو (HALLUCINATION) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں

حال دوسری کتاب کا ہے۔ کوئلی کی کتاب کا انداز جداگانہ ہے۔ چونکہ اس کا مقصد عیسائیت کو دین حق اور اسلام کو اس کے برعکس ثابت کرنا تھا لہٰذا مصنف نے دعوائے نبوت کے چار عوامل تلاش کئے: اول، سیاسی عامل جس کے تحت یہ بتایا گیا ہے کہ عربوں کی حالت زار نے دنیاوی اقتدار کی ترغیب دی، دوم مذہبی عامل کے تحت بتایا گیا ہے کہ بت پرستی اور شرک کے ماحول میں وحدانیت اور توحید الٰہی کا تصور اقتدار و حکومت کا زینہ بن سکتا تھا۔ تیسرے خاندانی عامل کے ضمن میں موشگافی کی گئی ہے کہ قریش کے معزز گھرانے سے تعلق نے جب جاہ کی عملی روپ دینے کی تحریک دی۔ اور نجی عامل کے تحت بچپن کی محرومی اور جوانی میں حضرت خدیجہ سے شادی کے ذریعہ دولت کے حصول نے باقی کام پورا کردیا اور بالآخر نبوت کا دعویٰ کردیا گیا۔ باب دوم میں مکی اور مدنی زندگی پر تبصرہ کیا گیا ہے جس کا واحد مقصد دنیاوی حکومت واقتدار کا حصول قرار دیا گیا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصہ میں سیرت نبوی کی روایات کو عیسائی کا چربہ ثابت کرنے کی انتھک کوشش کی گئی ہے اور پھر شمائل نبوی پر گفتگو ہے۔ کتاب کے تیسرے اور آخری حصہ میں یہ دعوائے خام کیا گیا ہے کہ چونکہ اسلام نے عیسائیت کی مخالفت کرکے مملکت نور کے مقابلہ میں مملکت ظلمت کی ترویج کی ہے اس لئے وہ بزعم خود سچا مذہب نہیں ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر — ۱۸۶۱ء — میں سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) کی مشہور ومقبول سیرت (LIFE OF MAHOMET) چار جلدوں میں شائع ہوئی اور اب تک اس کے متعدد اڈیشن نکل چکے ہیں۔ اس کا تازہ ترین اڈیشن ۱۹۷۵ء میں ٹی. ایچ ویر (T.H. WEIR) نے امریکہ سے THE LIFE OF MOHAMMAD FROM ORIGNIAL SOURCES کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات کی ۳۷ ابواب پر مشتمل بڑی تقطیع کی ضخیم کتاب ہے۔ کتاب کی ترتیب تاریخی توقیت یعنی تاریخ کے واقعات کی ترتیب کے مطابق کی گئی ہے۔ مقدمہ کی چار فصلوں میں سیرت کے مآخذ — قرآن وسنت اور

ابتدائی کتب سیر و سوانح — ولادت نبوی سے قبل عرب کی حالت، قبل اسلام کا مکہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد وغیرہ پر بحث ہے۔ پھر تاریخی واقعات کی ترتیب کے مطابق مکی اور مدنی زندگی کے الگ الگ دو حصے ہیں۔ دراصل میور نے ابتدائی مسلم سیر نگاری کے انداز میں اپنی ترتیب مضامین قائم کی ہے۔ آخری باب میں آپ کی سیرت و کردار کا جائزہ لیا گیا ہے جو میور کے خیالات سیرت کا خلاصہ ہے۔ اگرچہ میور کا خیال ہے کہ توحید باری تعالیٰ کا تصور و عقیدہ اسلام کا درخشاں ترین اصول ہے تاہم ان کو مکی اور مدنی زندگی میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ مکی زندگی میں اخلاص و ایمان داری کا اگر یقین ہے تو مدنی زندگی میں مذہبی اغراض و مقاصد میں دنیاوی عوامل و اغراض شامل ہوتے نظر آتے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ بزعم مصنف یہ ہوا کہ بعد کی زندگی میں اخلاقی زوال بڑی تیزی سے آیا۔ اس دعوے کے ثبوت میں میور نے غزوات کے محرکات و مقاصد خصوصاً یہودیوں کے خلاف مہموں کے اغراض و محرکات تعدد ازدواج تلوار کے ذریعہ تبلیغ اسلام وغیرہ کو پیش کیا ہے۔ وحی و نزول قرآن کے بارے میں میور کے خیالات خالص متعصب عیسائی فکر کے نمائندہ ہیں۔ اس پر متعدد تنقیدیں اور تردیدات لکھے گئے ہیں جن میں سر سید احمد خاں کی تنقید 'خطبات احمدیہ' میں نمایاں تحریر ہے۔

میور کی کتاب سیرت کو اس بنا پر قبولیت عام حاصل ہوئی کہ وہ عیسائی تعصب کے تقاضوں کے مطابق لکھی گئی تھی اور پھر اسی انداز میں متعدد کتابیں انیسویں صدی عیسوی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں لکھی گئیں۔ مثلاً ڈی لین (DE LANE) کی LIFE OF MOHOMET جو لندن سے ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی۔ لیکن اس فرقہ وارانہ تعصب کا ردعمل بھی عیسائی حلقوں میں ہوا اور اس کی تردید میں کئی کتابیں انیسویں صدی عیسوی میں لکھی گئیں۔ ان میں سے ایک اہم کتاب گاڈفرے ہگنس (GODFREY HIGGINS) کی کتاب MAHOMET THE ILLUSTRIOUS (نیویارک ۱۸۹۵ء) ہے جو زیادہ تر APOLOGY کے نام سے مشہور ہے۔ مصنف نے یہ کتاب اس لئے لکھی تھی کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نفرت کی خلیج کو پاٹا جائے

کیونکہ بزعم مصنف اسلام اور عیسائیت دونوں اپنی اصل دبنیاد میں ایک ہیں۔

بیسویں صدی عیسوی کا آغاز سیرت نگاری کے ایک اہم دور سے ہوا جس کو اگر علمی دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ بہت سے نئے ماخذ دریافت ہوئے جو پہلے سیرت نگاروں کو دستیاب نہ تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اب تک سیرت نگاری میں جو سرمایۂ علم مہیا ہوا تھا اس کی بنا پر اس کے سبب ترتیب و تنقیح واقعات تحقیق و تفتیش اور اسلوب نگارش میں غیر معمولی ترقی ہوئی تھی۔ اس عہد کے آغاز کی سیرت نگاری کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک قسم ان کتابوں کی ہے جن کا مقصد عیسائی دنیا سے اسلام اور پیغمبر اسلام کا تعارف کرانا تھا اور اس نوع کی بیشتر کتابیں میور وغیرہ کے انداز میں لکھی گئی تھیں چنانچہ WELLESTON کی کتاب HALF AN HOUR WITH MAHOMET (لندن ۱۹۰۵ء) (P. DELACY JOHNSTONE کی سیرت MUHAMMAD AND HIS POWER (ایڈنبرا ۱۹۰۱ء)، میجر لیونارڈ کا اسلام پر تبصرہ (۱۹۰۹ء) میریڈتھ ٹاؤن سنڈ (MEREDITH TOWNSEND کی کتاب MAHOMMED THE GREAT ARABIAN (لندن ۱۹۱۲ء) کینن سیل (CANON SLL) کی کتاب THE LIFE OF MUHAMMAD (مدراس ۱۹۱۳ء)، ایڈتھ ہالینڈ (EDITH HOLLAND) کی THE STORY OF MOHAMMAD (لندن ۱۹۱۴ء)، سی ایس ہرگرونج (C. S. HURGRONGE) کا مطالعۂ اسلام "محمڈن ازم" (لندن ۱۹۱۶ء) جی ایم ڈرے کوٹ (G. M. DRAYCOTT) کی کتاب MAHOMET: FOUNDER OF ISLAM (لندن ۱۹۱۶ء) وغیرہ اسی قبیل کی کتابیں اور مطالعات ہیں۔

دوسری نوع کی کتابیں مقالات اور خطبات علمی انداز کے ہیں جن میں عیسائی تعصبات تو موجود ہیں لیکن ذرا زیادہ دبیز پردوں میں اور نکتہ چینی زیادہ مہذب اور صاف ستھرے انداز میں کی گئی ہے جس کو علمی اور تحقیقی اسلوب کہا جاتا ہے۔ ان میں اس عہد کے سیرت نگاروں میں سرفہرست ڈی ایس مارگولیتھ (D.S.

(MARGOLIUTH) ہیں جن کی سیرت بعنوان MOHAMMAD AND THE RISE OF ISLAM لندن سے ۱۹۰۵ء میں اور مطالعۂ اسلام بعنوان "محمدازم" اسی جگہ سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئے مارگولیتھ کی کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ سیرت رسول پر غالباً پہلی بار تفسیر قرآن اور حدیث و سنت کو اتنی جامعیت کے ساتھ ماخذ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب میں تفسیر طبری اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔ اسی طرح ابن حجر عسقلانی کی الاصابہ فی تمیز الصحابہ کا استعمال بھی خوب کیا گیا ہے۔ تقریباً پانچ سو صفحات کی تیرہ ابواب پر مشتمل کتاب میں سیرت کے تمام پہلوؤں پر روشنی علمی انداز سے ڈالی گئی ہے ترتیب کتاب میں تاریخی توقیت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ — انسانیت ہمدردی، سادگی وغیرہ — کو بہت سراہا گیا ہے تاہم وحی و قرآن، غزوات کے اغراض و مقاصد، غیر مسلموں سے سلوک وغیرہ پر مارگولیتھ کے خیالات اپنے پیشروؤں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مارگولیتھ کو مکی اور مدنی زندگی میں اخلاقی زوال کا تیز رفتار عمل نظر نہیں آیا!

بیسویں صدی عیسوی کے آخری پچاس ساٹھ سال سیرت نگاری کے میدان میں کیفیت اور کمیت دونوں کے لحاظ سے بڑے وقیع ہیں۔ عام تعارفی یا درسی انداز کی کتب سیرت کے علاوہ اس زمانے میں بڑی محققانہ کتابیں لکھی گئیں جن کے خیالات و آراء سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سیرت رسول اور اسلام کا مطالعہ اس دور میں مختلف زاویوں سے کیا گیا۔ قرآن، حدیث تفسیر غرضیکہ اسلام کے کسی فکری یا عملی پہلو پر مغرب میں جو کچھ لکھا گیا اس میں سیرت نبوی کا ایک باب یا فصل ضرور قائم کی گئی۔ خاص سوانح عمری پر متعدد وقیع کتابیں لکھی گئیں جن کے اسالیب و لہجات مختلف ہیں۔ بعض میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت مصلح و معلم اخلاقیات لکھا گیا تو کچھ میں آپ کی پیغمبرانہ حیثیت کو موضوع بحث بنایا گیا۔ بعض مطالعات خالص تاریخی اور علمی انداز سے کئے گئے اور کچھ اور میں

مذہبی، فکری اور فلسفیانہ نقطۂ نظر اپنایا گیا ہے۔ اس دور میں دلچسپی کا ایک موضوع یہ بھی رہا کہ آپ رسول صادق تھے یا نہیں بلکہ زیادہ توجہ اس پر مرکوز رہی کہ اسلام اور پیغمبر اسلام نے یہودیت اور عیسائیت سے کس قدر اور کیسی خوشہ چینی کی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں مشہور انگریز مترجم قرآن رچرڈ بیل (RICHARD BELL) نے اپنے خطبات میں ثابت کیا کہ اسلام نے بیشتر اصول و عقائد عیسائیت سے مستعار لئے ہیں اور پھر یہ خطبات ORIGIN OF OF ISLAM IN ITS CHRISTIAN ENVIRONMENT کے نام سے اس برس لندن سے شائع ہوگئے۔ ایک یہودی عالم سی، سی ٹورے (C.C TORREY) نے دوسری طرف اپنی تصنیف THE JEWISH FOUNDATION OF ISLAM میں یہ ثابت کر دکھایا کہ اسلام پورا کا پورا یہودیت سے ماخوذ و مستعار ہے۔ اسلام کے دوسرے آسمانی مذاہب سے مستعار و ماخوذ ہونے یا پیغمبر اسلام کے انبیاء سابق سے متاثر و خوشہ چین ہونے کے مغربی نظریات کے پیچھے علمی و تحقیقی جستجو کے علاوہ غیر شعوری طور پر دہی جذبات و خیالات کارفرما ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے عیسائی اور یہودی مورخین و مصنفین کے تھے کہ اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو یا تو مطعون کیا جائے یا کم از کم ان کی انفرادیت و تشخص کو تسلیم نہ کیا جائے۔ بیل اور ٹورے کے پیش کردہ نظریات گذشتہ صدیوں میں مغربی نگارشات سیرت و اسلام کی بازگشت ہیں۔ فرق صرف لب و لہجے اور اسلوب و بیان کا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنے زبردست علماء و محققین کی نظر سے قرآن کریم کا دعویٰ کیونکر اوجھل ہو جاتا ہے کہ وہ کتب سابقہ کا مصدق ہے، مکذب نہیں ہے۔ وہ یہ کیونکر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اسلام نے ہمیشہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ اس واحد دین خداوندی کا نقطۂ عروج و تکمیل ہے جو حضرت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد (علیہم الصلوٰۃ والسلام) پر منتہی ہوا ہے۔ دین و مذہب تو بس ایک۔ اسلام ۔ ہے۔ دوسرے انبیاء و رسل کے یہاں شریعتیں اور قوانین اور ضابطہ ہائے حیات مختلف تھے۔ مغرب کو ابھی اس زاویہ نگاہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام کا مطالعہ کرنا ہے اور جس دن ایسا دیانتداری اور خلوص کے ساتھ ہوا اس دن یورپ و مغربی دنیا میں ان دونوں کا صحیح تعارف ہو گا۔

خاص سیرت نبوی پر جو آزاد تصانیف اس عہد میں لکھی گئیں ان میں ڈبلو منٹگمری واٹ (W - MONTEGOMERY WATT) کی قیمتی کتاب سیرت ہے

جو دو جلدوں میں MUHAMMAD AT MECCA اور MUHAMMAD AT MEDINA کے نام سے آکسفورڈ سے بالترتیب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں مصنف نے خود ہی اپنی ان دونوں کتابوں کی تلخیص MUHAMMAD PROPHET AND STATESMAN کے عنوان سے آکسفورڈ ہی سے شائع کی۔ اب تک سیرت نبوی پر جو کتابیں انگریزی میں شائع ہوئی ہیں ان میں غالباً یہ کتاب سب سے زیادہ دقیع، علمی، تاریخی، معروضی اور دیانتدارانہ ہے لیکن مغربی تعصبات اور عیسائی عصبیت سے خالی نہیں ہے۔ جیساکہ عناوین سے ظاہر ہے کہ واٹ کی پہلی کتاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے بحث کرتی ہے اور دوسری مدنی زندگی سے اور تلخیص ان دونوں ادوار حیات طیبہ کا خوبصورت جائزہ ہے۔

مونٹگمری واٹ کی کتاب سیرت پر جامع تبصرہ کیلئے کافی جگہ اور وقت درکار ہے جو اس جائزے کے حدود سے باہر ہے تاہم ایک مختصر تبصرہ ناگزیر ہے۔ اگرچہ واٹ نے قبل اسلام کے عرب سماج کی بحث میں معاشی اسباب وعلل پر بہت زیادہ زور نہیں دیا ہے جیساکہ آج کے جدید مورخین و سیرت نگاروں خاص کر مارکسی طرز فکر کے مصنفین کا انداز ہے تاہم انھوں نے انفرادیت (INDIVIDUALISM) پر اور بین قبائلی رقابت (TRIBAL RIVALRY) پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ یہی انداز واسلوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد پر بحث میں اپنایا گیا ہے۔ واٹ نے اس سلسلہ میں اپنے پیشروؤں جیسے ایچ اے آر گب (H.A.R. GIBB) وغیرہ کی مانند بنو امیہ اور بنو ہاشم کی ماقبل اسلام نام نہاد رقابت کو شبہ کی نظر سے دیکھا ہے اگرچہ اس کی زیادہ توضیح نہیں کی ہے۔ واٹ کا یہ خیال کہ حضرت خدیجہ سے شادی سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی کے واقعات پردۂ خفا میں ہیں اور جو کچھ ماخذ میں مذکور ہے وہ بعد کے ادب کا حصہ ہے صحیح نہیں ہے۔ موصوف نے ابتدائی مکی عہد کو ایک صفحہ سے بھی کم میں بیان کر دیا ہے جبکہ حضرت خدیجہ پر ورقہ بن نوفل کے اثرات اور ان کے ذریعہ آپ پر عیسائی اثرات کو کافی وضاحت اور دل جمعی کے ساتھ لکھا ہے۔

واٹ کے ان دونوں بیانات میں ٹور اندرے (TOR ANDRAE) کے خیالات کی بازگشت سنائی دیتی ہے موخر الذکر کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بپتسمہ سے پہلے کی زندگی جس طرح روایتی یا غیر حقیقی ہے اسی طرح بعثت سے قبل آپ کی زندگی بھی روایات اور غیر مستند واقعات پر مبنی ہے۔ حضرت خدیجہ پر ورقہ بن نوفل کے عیسائی اثرات اور ان کے ذریعہ آپ پر ان کی چھاپ کا واضح ذکر ٹور اندرے کے یہاں کافی سے زیادہ ہے۔[1] غار حرا میں تحنث، رویائے صادقہ، اور وحی کے نزول پر ساری بحث تشکیک کی فضا میں کی گئی ہے۔ اسی طرح رسالت کے منصب پر گفتگو خالص عیسائی نقطہ نظر کی ترجمان ہے۔ دراصل اس باب میں تمام عیسا مصنفین ٹور اندرے کے خیالات کے کم وبیش حامی ہیں۔ ایک سبب یہ بھی ہے کہ ان مذہبی اور مابعد الطبیعیاتی مباحث پر وہ اسلامی نقطۂ نظر اور عیسائی یا یہودی نظریات کے درمیان خط امتیاز نہیں کھینچ پاتے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی روایات کی روشنی میں اسلامی نظریات پر بحث کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ قرآن کریم کی تدوین کو بائبل کی مانند بعد کا کام سمجھتے ہیں اور اس کو اس طرح کلام الٰہی سمجھنے سے قاصر ہیں جس طرح کہ اسلامی عقیدہ ہے۔ واٹ نے اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ پورا قرآن غیر انسانی اور الٰہی کلام ہے جبکہ مغربی سیکولر مفکروں اور دانشوروں کا خیال ہے کہ وہ پیغمبر اسلام کے شعوری دماغ اور شخصیت کا زائیدہ ہے۔ ایک تیسرا خیال جس کی طرف آج کل رجحان مغرب میں بڑھ رہا ہے کہ دراصل قرآن ہے تو الہامی کتاب مگر اسکی تدوین و لفظی تشکیل رسول نے کی ہے۔ واٹ کے یہاں اسی طرح ابتدائی اسلامی تعلیمات پر بحث بھی دوسرے مفکرین یورپ کے خیالات کا عکس رکھتی ہے۔ ابتدائی مسلمانوں کا جائزہ بڑا قیمتی اور عالمانہ ہے تاہم یہاں بھی علمی تعصبات کو کافی دخل ہے۔ مکی مخالفتِ اسلام کے باب میں ٹور اندرے اور واٹ کا یہ خیال ہے کہ

(۱) ان دونوں خیالات کیلئے ملاحظہ ہو ٹور اندرے Mohammad the Man And His Faith، لندن ۱۹۳۶ء، صفحہ ۵۲-۳۱ اور صفحہ ۳۹-۳۵، صفحہ ۴۳، صفحہ ۸-۸۷، صفحہ ۹۳-۹۰ وغیرہ

مسلمانوں کی تعذیب بہت سخت نہ تھی۔ واٹ کے یہاں مکی عہد کے ایک اہم جائزے کا بیان ملتا ہے جو آپ کے پوری کی حیات کا نچوڑ ہے اور بعض خیالات کے سوا بہت وقیع ہے۔

واٹ کا خیال ہے کہ مدنی زندگی کے آغاز میں ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی مہموں کے ذریعہ مکہ کی ناکہ بندی کر دی تھی اس طرح ان کو اشتعال (PROVOCATION) دلایا تھا کہ وہ مدینہ پر حملہ کریں۔ کم از کم ابتدائی مہموں کی حد تک وہ بھی غزوات وسرایا کا مقصد معاشی یا حصول دولت سمجھتے ہیں اور جس کو ہمارے مسلم علماء بھی اقتصادی ناکہ بندی تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ صورت حال اس سے قطعی مختلف ہے۔ ٹور انڈرے کا بھی یہی خیال ہے کہ مکہ اور مدینہ کی آویزش اقتصادی ناکہ بندی کے سبب ہوئی تھی۔ واٹ نے عرب قبائل کے اتحاد اور مسلمان ہونے پر کافی بحث کی ہے تاہم یہاں بھی مذہبی اور علمی تعصب کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ وہ بیشتر عرب قبائل کے اسلام کے قائل نہیں۔ اس کو مسلمانوں سے سیاسی اتحاد سمجھتے ہیں۔ خاص کر شمال و جنوب کے عیسائی طبقات اور قبائل کے مسلمان ہونے کو وہ اپنے مذہبی تعصب کے سبب تسلیم نہیں کرتے۔ مدینہ کی اندرونی سیاست کے باب میں بھی وہ توازن قائم نہیں رکھ پاتے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حیثیت اور طاقت کے دو زمانے قرار دیتے ہیں۔ اوّل جنگ خندق سے قبل کا زمانہ جب آپ محض ایک طبقۂ مہاجرین کے سردار تھے اور جنگ خندق کے بعد کا زمانہ جب آپ رفتہ رفتہ پورے شہر، پھر علاقے اور بالآخر پورے عرب کے قائد و حکمراں بنے۔ یہ عجیب بات ہے کہ واٹ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں مدینہ کی سیاست میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور قبائلی سیاست میں مسیلمہ، طلیحہ اور اسود عنسی کی طاقت و حشمت کو بطور مد مقابل لا کھڑا کرتے ہیں۔ یہودی قبائل سے اسلام کی آویزش میں واٹ کا نقطۂ نظر بڑا معروضی ہے۔ لیکن اسلامی امت، اسلامی ریاست اور اس کے ذیلی اداروں مثلاً دستور مدینہ

اور مالی نظام وغیرہ کے ضمن میں واٹ گولڈزیہر (GOLDZIHER) ولہاسن (WELLHAUSEN) نوئلڈیکے (NOELDEKE) اور ٹورانڈرے وغیرہ پیشروؤں کے خیالات سے نہ صرف متاثر بلکہ مبہوت ہیں اور انھیں کے خیالات کو دہراتے ہیں اگرچہ اسلوب والفاظ مختلف ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماجی اصلاحات کے وہ بڑے قائل اور اس کے ضمن میں آپ کی عظمت کے معترف بھی نظر آتے ہیں۔ مذہبی اداروں جیسے نماز، زکوٰۃ وغیرہ کے باب میں بھی ان کے خیالات پر ان کے پیشروؤں کے خیالات کا اثر نظر آتا ہے اور یہاں ان کا رویہ غیر علمی بھی ہے۔ بہرحال مجموعی طور سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت کے قائل ہیں اگرچہ وہ آپ کی رسالت کو تسلیم کرنے میں متامل نظر آتے ہیں۔ اختلاف خیالات کے باوجود بہرحال یہ تسلیم کیا جانا چاہیے کہ واٹ کی کتاب سیرت نبوی کے موضوع پر ایک انتہائی قابل قدر اضافہ ہے جو مستقبل کے مغربی و مشرقی مورخوں کے لئے مشعل راہ بنے گی۔

اگرچہ مونٹگمری واٹ کی کتاب کے ضمن میں ٹورانڈرے اور ان کی کتاب کا ذکر آچکا ہے تاہم ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند باتیں الگ سے بھی کہدی جائیں۔ یہ مطالعہ دراصل رسول کریم کی پیغمبرانہ حیثیت کا ہے۔ سات ابواب پر مشتمل کتاب اوسط درجہ کی ضخامت کی ہے۔ مقدمہ میں بزعم خویش آپ پر یہودیت، عیسائیت اور عرب کے دوسرے مذاہب کے اثرات کا جائزہ ہے، باب اول عہد نبوی سے ذرا قبل عرب کی مذہبی حالت سے بحث کرتا ہے جبکہ باب دوم میں آپ کے بچپن سے بعثت تک کے حالات ہیں۔ باب سوم آپ کے مذہبی پیغام، باب چہارم وحی۔ باب پنجم قریش سے تصادم۔ باب ششم مدینہ میں حکمرانی کے دور اور آخری باب شخصیت کے مکمل تجزیے پر مبنی ہے۔ پوری سیرت کا مذہبی نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہبی تجربات پر شامی عیسائیت (SYRIAN CHRISTIANITY) کے اثرات ہیں جو مختلف اسلامی اداروں میں جھلکتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے خود ٹورانڈرے

ایک لوتھری پادری (LUTHERAN BISHOP) تھے۔

میکسم روڈنسن (MAXIM RODNISON) کی کتاب سیرت MUHAMMAD اگرچہ فرانسیسی زبان میں کافی عرصے پہلے شائع ہوئی تھی تاہم ۱۹۷۱ء میں اس کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ یہ کتاب ایک لاادری دانشور (AGNOSTIE) کے قلم سے ہے جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا جائزہ اپنے مخصوص نظریات کی روشنی میں لیا ہے۔ بہرحال بعض مباحث کافی فکر انگیز ہیں اور ان سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے مگر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایک اطالوی دانشور فرانسسکو جبریلی (FRANCESCO GABRIELI) کی کتاب MUHAMMAD AND THE CONQUEST OF ISLAM لندن سے شائع ہوئی ہے۔ اطالوی متن کا انگریزی ترجمہ ورجینیا لوننگ (VIRGINIA LULING) نے کیا ہے۔ یہ سیرت نبوی کی مختصر اور جامع کتاب ہے جس میں ماخذ پر عمدہ بحث کے علاوہ صدر اول میں اسلامی فتوحات پر وقیع بحث ہے اگرچہ زیادہ تر نقطۂ نظر غیر اسلامی ہے۔

ان عمدہ تجزیاتی اور تحلیلی مطالعات کے علاوہ بے شمار عام نوع کی سوانح عمریاں بھی لکھی گئی ہیں ان میں ایمل ڈرمنگھم (EMILE DERMENGHAM) کی کتاب سیرت MUHAMMAD AND THE ISLAMIC TRADITION مطبوعہ لندن ۱۹۳۰ء ہے۔ اسی ضمن میں ای رایسٹن پائک (E.Royston Pike) کی کتاب MOHAMMAD اور مشہور مورخ اسٹینلی لین پول (Stanely Lane-Poole) کی کتاب PROPHET AND ISLAM کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جو بالترتیب لندن اور لاہور سے ۱۹۶۲ء اور ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئیں۔ جے، بی گلب (J.B.GLUBB) کی عمدہ کتاب سیرت THE LIFF AND TIME OF MOHAMMAD (لندن ۱۹۷۰ء) ایک عیسائی دانشور کے قلم سے سیرت رسول عربی کا ہمدردانہ مطالعہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حربی اقدامات کا عمدہ مطالعہ ہے۔ جی وڈن گرن (G.WIDENGREN) کی کتاب

MUHAMMAD AN APOSTLE OF GOD (لندن ۱۹۵۵ء) معراج نبوی سے متعلق ایک علمی مطالعہ ہے جس میں اس موضوع پر یہودی، عیسائی اور اسلامی تصورات و روایات کی تنقیح و تحلیل ملتی ہے۔ رابرٹ اے گلک (ROBERT·A·GULICK) کی کتاب MUHAMMAD THE EDUCATOR (لاہور ۱۹۵۳ء) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بطور معلم مطالعہ ہے اور نئے نئے گوشوں کو سامنے لاتی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد آزاد سیرتیں بھی لکھی گئیں جو مختلف پہلوؤں سے بحث کرتی ہیں مگر ان کا ذکر طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

مطالعات اسلام میں سیرت پر مواد محمڈن ازم کے عنوان سے شائع ہونے والی کتابوں میں بہت کافی ملتا ہے اور ایسی کچھ کتابوں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں جو کتابیں محمڈن ازم کے نام سے لکھی گئیں ان میں لوئی گارڈیٹ (LOUIS GARDET) کی کتاب ہے جو لندن سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔ مگر اس سلسلۂ زریں میں اہم ترین مطالعہ ایچ اے آر گب H.A. R. GIBB) کا ہے جو ۱۹۴۹ء میں لندن سے ہی شائع ہوا۔ یہ مطالعہ مذہبی نقطۂ نظر سے کیا گیا ہے اور آپ کو زندگی کے تمام مراحل میں مذہبی مصلح اور پیغمبرانہ عہدہ پر فائز سمجھا گیا ہے لیکن آپ کی پیغمبرانہ حیثیت کو گب نے عام عیسائی انداز فکر کے مطابق پیش کیا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ شروع میں آپ نئے مذہب کا شعور اور ادراک نہیں رکھتے تھے لیکن قریش کی مخالفت نے ایک نئے مذہب کی بنا ڈالنے پر آمادہ کیا اور بعد میں مدینہ کے زمانے میں قریش کی مخالفت نے اسلام کو ایک ممتاز مذہبی امت یا جماعت و تحریک میں تبدیل کر دیا۔ جس کے اپنے مخصوص عقائد اور ادارے تھے آپ کے مخالفین کی مخالفت مذہبی عوامل کی بنا پر نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے سیاسی اور معاشی اسباب کارفرما تھے۔ مکہ میں آپ نے جو کچھ نظریاتی طور پر پیش کیا تھا مدینہ میں اس کو عملی شکل دے دی تھی۔ غزوات خاص کر قریش سے محاربات کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ کی اسلامی جماعت کو تحفظ فراہم کیا جائے اور اسی بنا پر مکہ والوں کی اقتصادی ناکہ بندی

کہ ان کو مملکت اسلامی میں برضا و رغبت شامل ہونے پر مجبور کیا گیا تھا۔ مدنی دور حیات میں اگرچہ آپ سیاست اور جنگ کی الجھنوں میں الجھے رہے تاہم پیغمبرانہ کام سے غافل نہیں ہوئے۔ غیر مسلموں خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں سے آپ کا رویہ عرب قومیت پر مبنی دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے ذاتی اوصاف و کمالات کی تعریف کی گئی ہے اور آپ کی انسانیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کے تراجم یا ان کے انگریزی مقدموں میں سیرت نبوی پر ایک فصل ضرور قائم کی جاتی ہے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی میں اس نوع کا نمائندہ مواد سیرت رچرڈ بیل (RICHARD BELL) کے INTRODU-CTION TO THE QURAN) میں ملتا ہے جو ۱۹۵۳ء میں ایڈنبرا سے شائع ہوا۔ اس مطالعہ سیرت کا انداز مذہبی ہے۔ قبل اسلام عربوں کے تاریخی پس منظر کے بعد سیرت کے اہم پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ابتدائی زندگی کے تمام واقعات کو صرف ایک پیراگراف میں بیان کرنے کے بعد آپ کے پیغمبرانہ مقام پر مفصل بحث ہے جس میں وحی کے آغاز، یہودیت و عیسائیت کے اثرات، مکہ میں قریش سے معاملت و مصالحت، تحویل قبلہ، غزوات و سرایا کے اقتصادی محرکات یہودیوں سے متعصبانہ سلوک وغیرہ موضوعات پر مختصر بحث کے بعد آپ کے کردار اور مقاصد پر بحث ہے۔ بہرحال یہ پورا مطالعہ عام عیسائی نقطہ نظر کا غماز ہے اور تعصبات سے بھرپور۔

سیرت نبوی پر مواد کا ایک اہم ماخذ عربوں یا عرب شخصیات کی عام تاریخ بھی ہے۔ عربوں پر ہر تاریخی کتاب میں ایک حصہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور متعلق ہوتا ہے۔ فان گرونی بام (VON GRUNEBAUM) کی کتاب کلاسیکل اسلام جس کا انگریزی ترجمہ کیتھرین واٹسن (KOTHERINE WATSON) نے لندن سے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا، کا دوسرا باب سیرت نبوی پر ہے۔ اسی طرح ولہاسن (WELLHOUSEN) کی کتاب

THE ARAB KINGDOM AND ITS FALL کا انگریزی ترجمہ ۱۹۲۷ء اور ۱۹۷۳ء میں لندن سے چھپا اپنے مقدمہ میں سیرت رسول پر خاصا وقیع مواد رکھتا ہے۔ اسی سلسلہ میں تاریخ عرب اور عرب شخصیات پر فلپ کے ہٹی (PHILLIP K. HITTI) کی مقبول عام HISTORY OF THE ARABS اور مصنف کی تازہ ترین تصنیف MAKERS OF ARAB HISTORY میں سیرت کا اہم مواد ہے۔ دونوں کتابوں میں سیرت نبوی پر جو کچھ لکھا گیا اس میں عام عیسائی طرز فکر کی کارفرمائی ہے اور بعض حقائق تک غلط ہیں، تو تعبیرات و تشریحات کے تعصب کا کیا شکوہ۔ ہٹی کو اصطلاحی طور سے مغربی مصنف نہیں شمار کرنا چاہئے کیونکہ وہ لبنان نژاد عرب ہیں لیکن اپنے طرز فکر اور اسلوب کے اعتبار سے ان کا شمار ان میں ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے جرجی زیدان کی تمدن عرب کا انگریزی ترجمہ جو مارگولیتھ نے کیا ہے مغربی نفسیات کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ برناڈ لوئس (BEKNARD LEWIS) کی کتاب THE ARABS IN HISTORY (مطبوعہ لندن ۱۹۵۰ء) اور ٹی ڈبلو آرنلڈ (T.W. ARNOLD) کی مشہور و مقبول کتاب THE PREACHING OF ISLAM (مطبوعہ لندن ۱۹۳۵ء) میں بھی سیرت نبوی کا مختصر جائزہ موجود ہے۔ مغربی زبانوں خصوصاً جرمن و فرانسیسی کتابوں کے انگریزی تراجم میں گولڈزیہر (GOLDZIHER) کی MUSLIM STUDIES اور نولڈیکے، وان کریمر، بروکلمن وغیرہ کی کتابوں میں سیرت کا مواد خاصا ملتا ہے۔ اسلام کے تعارف پر جو کتابیں اس صدی کے اواخر میں لکھی گئیں ان میں بھی سیرت نبوی پر کچھ نہ کچھ مواد موجود ہے۔ اسی ضمن میں الفریڈ گلیوم کی اسلام اور مصنف مذکور اور ٹی آرنلڈ کی مشہور کتاب THE LEGACY OF ISLAM اور جان بی کرسٹوفر (JOHN B. CHRISTOPHER) کی کتاب THE ISLAMIC TRADITION

(نیویارک ۱۹۷۲ء) وغیرہ کو گنایا جاسکتا ہے۔ شخصیات پر ابھی حال میں امریکہ میں تازہ ترین تصنیف THE HUNDRED شائع ہوئی جس میں سرفہرست اسم گرامی رسول کریم کا ہے۔ یہ چند مشہورترین کتابوں کے نام تھے جو اس دور میں شائع ہوئی ہیں ورنہ اس نوع کی تمام کتابوں کا استیعاب اس مضمون کے احاطے سے باہر ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر خاصے وقیع اور اہم مواد کا ایک اور ماخذ کتب حوالہ یعنی (REFERENCE WORKS) ہیں۔ ان میں سرفہرست انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ہے جس کا پہلا اڈیشن برل (BRILL) سے ۱۹۱۳ء اور ۱۹۳۸ء کے درمیان شائع ہوا۔ دوسرا نظرثانی شدہ ایڈیشن ۱۹۵۰ء میں شروع ہوا تھا جو ہنوز جاری ہے۔ بہر حال اس میں رسول کریم پر خاصا مختصر اور جامع مواد موجود ہے لیکن وہ تشنگان علم کی پیاس نہیں بجھا سکتا۔ اسی ضمن میں پی ایم ہولت (P.M. HOLT)، برنارڈ لیوس اور اے، کے ایس لیمٹن (A.K.S. LAMBTON) کی مرتب کردہ THE CAMBRIDGE HISTORY OF ISLAM ہے جو کیمبرج سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ اے جے آربری (A.J. ARBERRY) کی مرتب کردہ RELIGIOION IN THE MIDDLEEAST (کیمبرج ۱۹۶۹ء) ایس رونارٹ (S. RONART) اور این رونارٹ کی مرتب کردہ CONCISE ENC-YCLOPAEDIA OF ARAB CIVILIZATION ہرگیر ۱۹۶۰-۶۶ء، اور بی اسپولر (B. SPULER) کی THE MUSLIM WORLD: A HISTORICAL SUREY (برل ۱۹۶۰-۶۶ء) وغیرہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ اس نوع کی کتابوں میں عموماً سیرت کا خاکہ ہی مل سکتا ہے مفصل مباحث کی گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن اس اعتبار سے ان کی بڑی قدر وقیمت ہے کہ کوزہ میں دریا بند کر دیا جاتا ہے۔

بیسویں صدی عیسوی خصوصاً اس کا نصف آخر سیرت نبوی پر محققانہ تصانیف اور عالمانہ مضامین و مقالات کا زمانہ ہے اگرچہ اس کی بنیاد گیگ نیر وغیرہ انگریز مصنفین اور جرمن، اطالوی، فرانسیسی اور دوسرے علماء و مستشرقین کے ہاتھوں انیسویں صدی میں پڑ چکی تھی لیکن جس تبحر علمی دقت نظر اور وسعت معلومات کا ثبوت اس صدی میں دیا گیا اس کی نظیر پہلی صدی میں ڈھونڈنا بیکار ہے۔ ٹور انڈرے اور مونٹگمری واٹ کے یہاں جو تحقیق ملتی ہے وہ میور اور مارگو لیتھ کے یہاں مفقود ہے۔ سیرت پر ان آزاد تصانیف کے علاوہ دوسرے تحقیقی کاموں میں اے گلیوم کا سیرت ابن اسحاق کا انگریزی ترجمہ جو LIFE OF MUHAMMAD کے نام سے لندن ۱۹۵۵ء سے شائع ہوا سب سے زیادہ وقیع ہے۔ موصوف نے ابن اسحاق کی "سیرت رسول اللہ" اور ابن ہشام کی السیرۃ النبویۃ کی روایات الگ الگ کر کے ان کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ اس سے بیک نظر معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سی روایات ابن اسحاق کی ہیں اور کون سی ان کے جامع کی یہ محققانہ کام مدتوں تک انگریزی داں طبقہ کے لئے گراں قدر ماخذ رہے گا۔ اس کے بعد اسی مصنف نے ایک اور تحقیقی کام NEW LIGHT ON THE LIFE OF MUHAMMAD کے نام سے کیمبرج سے شائع کیا۔ دراصل یہ تصنیف فیض کی قرادیوں لائبریری میں موجود ایک مخطوطہ کے منتخب حصوں کا ترجمہ ہے۔ مخطوطہ ابن اسحاق کے ایک شاگرد یونس بن بکیر (م ۱۹۹ھ) کی ان یادداشتوں پر مبنی ہے جو انھوں نے ابن اسحاق کے سیرت نبوی پر خطبات سن کر لکھ لی تھیں۔ مترجم نے ان حصوں کا ترجمہ پیش کیا ہے جن سے سیرت کے نئے گوشوں پر روشنی پڑتی ہے اور جن کا حوالہ ابن اسحاق کی سیرت کے متداول نسخوں میں نہیں پایا جاتا۔

اگرچہ ابن خلدون کے مقدمہ میں سیرت نبوی پر بہت زیادہ مواد نہیں

ملتا تاہم جو کچھ بھی ملتا ہے وہ بڑا وقیع سمجھا جاتا ہے اس لئے فرانز روزنتھال (FRANZ ROSENTHAL) کے انگریزی ترجمہ کا ذکر ناگزیر ہو جاتا ہے جو ۱۹۵۸ء میں تین جلدوں میں امریکہ سے شائع ہوا۔ اسی ضمن میں بلاذری کی اہم تصنیف فتوح البلدان کے انگریزی ترجمہ کا بھی ذکر ہونا چاہیے جو فلپ کے ہٹی نے THE ORIGINS OF THE ISLAMIC STATE کے عنوان سے ۱۹۱۶ء میں نیویارک سے شائع کیا تھا۔ اہل علم واقف ہیں کہ اس میں بعض اہم غزوات و فتوحات نبوی جیسے مدینہ، بنو نضیر، بنو قریظہ خیبر، فدک، وادی القری اور تیماء، مکہ، طائف، تبالہ اور جرش، تبوک ایلہ اور اذرح، مقنا اور جرباء، نجران، یمن، عمان، بحرین اور یمامہ وغیرہ کے بارے میں بڑی قیمتی معلومات ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف مصنفین اسلام اور مورخین سیرت جیسے واقدی، طبری، ابن قدامہ، یحییٰ بن آدم، قاضی ابو یوسف وغیرہ متعدد حضرات کی کتابوں کے انگریزی تراجم بھی کئے گئے ہیں اور ان پر حواشی و تعلیقات بھی چڑھائے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے مسلم مآخذ کے انگریزی تراجم سیرت نبوی پر ایک خاص مواد کے حامل ہیں اور ان کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سیرت پر کتابوں کے بیان کے آخر میں دل چسپ کتابوں کا ذکر افادیت سے خالی نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک فادر ڈیوڈ بنجامن کلدانی REV. DAVID BENJAMIM KALDANI) جو ارومیہ کے بشپ تھے اور بعد میں مسلمان ہو کر پروفیسر عبدالاحد داؤد بنے کی دل چسپ کتاب MOHAMMAD IN THE BIBLE ہے جو الہ آباد سے کسی وقت شائع ہوئی موصوف ایک متبحر عیسائی عالم تھے جو اگرچہ ایرانی نژاد نسطوری تھے لیکن زندگی بھر بائبل کا مطالعہ کرتے اور اسے پڑھاتے رہے اور اس نتیجہ پر پہونچے کہ توراۃ و انجیل میں متعدد جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر آیا ہے اور اپنے اس نظریہ کو

مثالوں اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسری کتاب سترھویں، اٹھارھویں صدی عیسوی کے ایک چینی مسلمان عالم لیو شائی لین (LUI CHAI LIEN) کی چینی زبان میں لکھی ہوئی سیرت رسول کا انگریزی ترجمہ ہے جو اسحاق میسن (ISAAC MASON) نے THE ARABIAN PROPHET کے نام سے شنگھائی سے ۱۹۲۱ء میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں سیرت نبوی کو خالص چینی روایات، آدرشوں اور اسلوب میں پیش کیا گیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر کنفیوشس کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ اگرچہ علمی یا تنقیدی اعتبار سے یہ کوئی اہم تصنیف نہیں لیکن اس لحاظ سے یقیناً دلچسپ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چینی مسلمان کس طرح سمجھتے، پڑھتے اور مانتے تھے۔

کتابوں کے بعد ایک مختصر سا جائزہ ان مقالات اور مضامین کا بھی لینا ناگزیر معلوم ہوتا ہے جو کسی کتاب کا جزو نہ بن سکے اور مضامین ہی کی شکل میں مختلف مجلات و رسائل میں چھپتے رہے۔ ہماری صدی سے قبل جو مقالات و مضامین شائع ہوئے ان کی نہ تو زیادہ تنقیدی اور علمی یا تحقیقی حیثیت ہے اور نہ ہی ان کی دستیابی آسان۔ بیسویں صدی میں شائع ہونے والے تمام مقالات اور مضامین کا احاطہ البتہ پیرسن (J.D. PEARSON) کے محققانہ کام INDEX ISLAMICUS میں کیا گیا ہے۔ اس کی اب تک چار ضخیم جلدیں اور متعدد ترقیمے شائع ہو چکے ہیں۔ پہلی جلد ۱۹۰۶ء سے ۱۹۵۵ء شائع شدہ مقالات و مضامین پر مشتمل ہے تو دوسری ۱۹۵۶ء تا ۱۹۶۰ء، تیسری ۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۵ء اور چوتھی ۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۰ء تک چھپنے والے مقالات کا احاطہ کرتی ہے۔ بعد کے زمانے کے لئے اب تک چھ ترقیمے آ چکے ہیں۔ انڈکس اسلامکس میں انیسویں صدی کے چند مضامین کا ذکر ضمیمہ میں کیا گیا ہے۔ اس میں جن مضامین کی نشان دہی کی گئی ہے ان کا مطالعاتی تجزیہ خاصا

دل چسپ ہے اور وہ اپنے اپنے زمانے کے انداز فکر، رجحان طبع اور سطح و مبلغ علم کی غمازی کرتا ہے۔

یہ دل چسپ اور ساتھ ہی انتہائی اہم حقیقت ہے کہ گذشتہ اسّی برسوں میں جو مضامین انگریزی دنیا میں اہم و معتبر مجلات و رسائل میں شائع ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ تعداد کا تعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ حیثیت سے ہے۔ اور ہم ان کو عہد نبوی کی مذہبی تاریخ کے خانے میں رکھ سکتے ہیں۔ ان کی کل تعداد ۳۰ سے متجاوز ہے اور ان کے عنوانات و موضوعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغربی علماء اور دانشوروں کو آپ کی پیغمبرانہ حیثیت و شخصیت سے بوجوہ معاندانہ کس قدر دل چسپی رہی ہے۔ ان کے اہم موضوعات ہیں: محمد کا علم تورات، محمد کے رویائے صادقہ، محمد کے پیشرو پیغمبر، محمد کی مذہبی سرگرمی کا آغاز، بحیثیت پیغمبر محمد کا کردار، محمد کی شخصیت کا ارتقا، محمد بے نقاب، محمد کا مذہبی اور سیاسی ارتقا، پیغمبر اسلام، کیا محمد بچپن ہی سے پیغمبر تھے؟ کیا محمد SLAVONIE ENOCH کو جانتے تھے؟ کیا محمد مخلص تھے؟ کیا بائبل میں محمد کا ذکر ہے؟ محمد اسلام میں، کیا عیسیٰ نے احمد کی پیشن گوئی کی تھی؟ محمد کے بارے میں عیسیٰ کی نام نہاد پیشن گوئی کی ماہیت۔ محمد — شخصیت و حیات، محمد اور قرآنی اسلام، امی پیغمبر، کیا محمد لکھ پڑھ سکتے تھے؟ محمد کا نظریۂ وحی، محمد کی بعثت، معراج محمد، محمد اور قرآن۔ محمد کی پیغمبری کی اساس وغیرہ۔ ان کے علاوہ چند مضامین تبرکات و روایات کے بارے میں بھی ہیں جیسے خواب میں رسول کی زیارت، محمد کے بارے میں روایات کا ارتقا، پیغمبر محمد کے تبرکات، موئے مبارک، محمد کی طلسماتی قرت وغیرہ۔ اس سلسلہ میں یہ نکتہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس نصف صدی کی مدت میں اسلام پر یہودی اور عیسائی اثرات و نقوش کے بارے میں صرف گنتی کے چند مضامین ہی لکھے گئے تھے جیسے گوئٹن (GOITEN) کا مضمون "محمد پر یہودیت کا اثر"، بابیل کا مضمون

" محمد کا علم تورات وغیرہ۔

اہمیت و تعداد کے اعتبار سے دوسرا درجہ ان مضامین کا ہے جن کو ہم فن سیرت نگاری کے ذیل میں شمار کر سکتے ہیں۔ ان کی بھی اتنی ہی تعداد ہے اور ان میں ابتدائی مسلم مآخذ سے لیکر یورپی سوانح نگاروں اور مورخوں کی تصانیف پر تبصرہ و تجزیہ کیا گیا ہے۔ جدید تحقیقات میں سیرت نبوی پر گلیوم کا مضمون اور سیرت نبوی کے ابتدائی مؤلفین اور ان کی کتابوں پر جوزف ہوروِتس (JOSEPH HOROVITZ) کا مضمون معلومات اور تحقیق کے اعتبار سے بڑے وقیع ہیں۔ نکلسن (NICHOLSON) نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نامعلوم مصنف کی سیرت کتاب من صبر ظفر کا تجزیہ کیا ہے اور جے رابسن (J. ROBSON) نے ابن اسحاق کے یہاں اسناد کے استعمال پر روشنی ڈالی ہے۔ جیفری نے "تاریخی محمد" کو تلاش کیا ہے۔ اس کے علاوہ یورپ میں سیرت کے موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اس میں جے جے سانڈرز (J.J. SAUNDERS) کا مضمون "محمد یورپ میں" کافی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ مضمون نگار نے رسول کریم کی سیرت کے یورپی تعبیرات سے بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ ٹیلر اور تھامپسن نے سیرت نبوی کے دو نامعلوم مخطوطات پر روشنی ڈالی ہے۔ مونٹگمری واٹ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کارلائل کے خیالات کا تجزیہ کیا ہے جبکہ ایس ایم زومیر (S.M. ZWEMBER) نے انڈرے ٹور کی کتاب محمد پر تبصرہ کیا ہے۔ ایف ایچ فاسٹر (F.H. FOSTER) نے اپنے مخصوص انداز میں رسول کریم کی ایک خود نوشت سیرت لکھ دی ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء مغرب نے ابن اسحاق کی سیرۃ، ابن العربی کی شجرۃ الکون، باقلانی کے تصور معجزات پر بحث کی ہے۔ آر بی سرجنٹ (R.B. SEARJEANT) نے گلیوم کے ابن اسحاق کے انگریزی ترجمہ پر بحث کے علاوہ دستور مدینہ وغیرہ پر متعدد مضامین لکھے

ہیں اور ان کا تجزیہ کیا ہے۔ جبکہ مونٹگمری واٹ نے ابن اسحاق کی کتاب کے مواد سے بحث کی ہے۔ آربری نے سیرت منظوم پر مقالہ لکھا ہے اور سی ای باسورتھ (C.E.BOSWORTH) نے ہنری ڈی بورنیر (HENRI DE BORNIER) کے ڈرامہ MAHOMET کا تجزیہ کیا ہے۔ واٹ نے علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبی پر بڑا طویل اور مفصل تبصرہ کیا ہے۔ علماء مغرب کی فن سیرت نگاری کے مختلف گوشوں کے بارے میں تبصرے اور تجزے سے خواہ ان کا تعلق کسی نوع سے ہو معلومات و تحقیق کی نئی سمتیں معلوم ہوتی ہیں اور ان سے فن سیرت نگاری کے ارتقا میں یقیناً مدد ملی ہے۔

خالص تاریخی نقطۂ نظر سے اہم مضامین کی تعداد حیرت انگیز طور پر بہت کم ہے۔ عہد نبوی کی سیاسی تاریخ پر مضامین کی تعداد دس سے کچھ متجاوز ہے۔ اس سے علماء مغرب دیگر مورخین یورپ کی تاریخ نگاری کے انداز کا نشان ملتا ہے۔ جے ایم بی جونس نے ابن اسحاق اور واقدی کے بیان کردہ عاتکہ کے خواب، واقعہ نخلہ اور غزوات و سرایا کی توقیت پر مضامین لکھے ہیں۔ ایم جے کسٹر (M. J. KISTER) کا مضمون "غزوہ بنونضیر کے بارے میں ایک سبیری متن پر تبصرہ کے نام سے ہے جو نئی معلومات دیتا ہے۔ اسی مضمون نگار کے دو مضمون "بئرمعونہ اور بازار رسول کے بارے میں ہیں۔ آر سائمن (R. SIMON) نے معازی نبوی کا مختصر جائزہ لیا ہے۔ جے برائن (J. BRYAN) کا مضمون رسول کریم کے یہود و نصاریٰ سے تعلقات و اختلافات پر ہے۔ جبکہ ٹرو برج (TROWBRIDGE) کا مضمون آپ کے نظریہ جہاد پر ہے۔ مونٹگمری واٹ نے یہود بنی قریظہ کی سزا اور سیرت کے مآخذ کا مطالعہ کیا ہے۔ سیاسی نوعیت کے دوسرے مضامین کے عنوانات ہیں؛ دستور مدینہ، ہجرت کا راستہ، بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ، پیغمبر کا ایک اور خط وغیرہ۔ اسی طرح عہد نبوی کی سماجی تاریخ پر صرف گنتی کے چند مضامین ہیں۔ ان میں "ابتدائی اسلام میں سماجی

اخوت، اسلام کا سماجی پس منظر، رسول کریم کے یہودی صحابہ، رسول کریم کے عورتوں سے روابط وغیرہ اہم ہیں۔ باقی مضامین بالکل فرسودہ ہیں۔ انتظامی اداروں پر دو چار مضامین ہیں ان میں دستور مدینہ پر مضمون کا ذکر آچکا ہے اور دوسرا ٹیمیم داری کو رسول کریم کا عطیہ آراضی (قطیعہ) ہے۔ اسی نوع کے دو چار اور مضامین بعد میں چھپے ہیں۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یورپ کی بعض اہم شخصیات سے تقابلی مطالعہ نسبتاً زیادہ کیا گیا ہے اور اس موضوع پر مضامین کی تعداد دس بارہ سے زیادہ ہے۔ یورپی مصنفین کا یہ ایک محبوب دلپسندیدہ موضوع رہا ہے۔ جن یورپی شخصیات سے آپ کا تقابلی مطالعہ و موازنہ کیا گیا ہے ان میں پیرین (PIRENNE) شارلیمان (CHARLEMAGNE) ہرقل (HERACLIUS) رورک (RURIC) وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے بعض پر مستقل تصانیف بھی لکھی گئی ہیں۔ اقتصادی موضوعات یا تہذیبی و تمدنی مسائل پر مضامین کی تعداد کافی کم ہے جو زیادہ تر آخری دہائی میں لکھے گئے ہیں ان میں سے ایک عہد نبوی میں مکہ کی اقتصادی ناکہ بندی پر حلیہ ہی شائع ہوا ہے۔ ایک طرح سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نوع کے مضامین ابھی تک گذشتہ برسوں میں بہت کم لکھے گئے ہیں لیکن اب اس طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس مدت میں یورپی علماء نے جو مضامین لکھے ہیں ان کے مذکورہ بالا تجزیہ سے بہر ارنخ ہوتا ہے کہ ابھی تک یورپ رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم کی پیغمبرانہ حیثیت و مقام کو طے نہیں کر سکا ہے اور دل کے یقین اور دماغ کے انکار کے دوراہے پر حیرت زدہ ششدر کھڑا تک رہا ہے کہ کدھر جائے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مستشرقین کے علمی نقطہ نظر میں کافی تبدیلی آئی ہے۔ اب انکے مطالعات زیادہ علمی، معروضی اور تحقیقی ہوتے ہیں اور ان میں سے اکثر کا رجحان علمی خدمت کی جانب ہے نہ کہ اسلام اور اسکے عظیم ترین رسول کو معطون کرنے کی جانب۔ وہ ہماری طرح تعصبات سے خالی نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں لیکن انکی تمام تحریروں کو بلا استثناء متعصبانہ قرار دینا ہماری اپنی جہالت اور تعصب کا مظاہرہ ہوگا۔